IJAER/ July-August 2025/Volume-14/Issue-4 ISSN: 2278-9677
International Journal of Arts & Education Research
(Peer-Reviewed, Open Access, Fully Refereed International Journal) Impact Factor:7.06

راہ تصوّف پر چلنےوالی ہندوستانی خواتین کا مختصر تعارف

ازڈاکٹر محمد ساجر
شعبہ فارسی

ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے ۔ جب اس دنیا کو پروردگار نے انسانوں سے آباد کرنا چاہا توحضرت آدم علیہ السلام اور اما حوّا علیہ اسلام کو پہلے جنت میں اور پھراس دنیا میں مبعوث فرمایا ۔ دونوں سے پروردگار نے پیدائش، پرورش اور تربیت کا کام لیا۔ نسلِ آدم میں ثقافت کا تحفظ اور ترسیل جس میں اخلاقی اقدار ، سماجی اور سیاسی شعور، ظاہری اور روحانی علوم کا سلسلہ جاری رہا ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ بے راہ روی کی طرف بھی مایل ہونے لگے۔ ایسےہر دور میں نیک راستے پر چلنے والے مسافر مرد اور خواتین لوگوں کے کام آئے ہیں ۔ انہوں نے کہنے سے زیاددہ عملی طور پر کر دکھایا ہے ۔ اللہ کے یہ نیک بندے ہر دور میں پیدا ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں ان صوفیا اور مشائخ کے حالات اور کارنامے ملتے ہیں لیکن ان میں خواتین کے کارنامےبہت کم ملتے ۔ قرون وسطی میں ان کی زندگی کے حالات معلوم کرنے کے ذرایع موجود نہ تھے اور پردہ نظام کے تحط یہ ممکن بھی نہ تھا۔ اس ضمن میں جن لوگوں نے اپنے قلم کی روشنائی سے راہ تصوف یا راہ سلوک پر چلنے والی خواتین کے حالات قلمبند کیے ہیں ان میں شیخ ابو عبد الرحمان سلمی غالباً پہلےمصنّف تھے (بحوالہ ڈاکٹر محمد حفظ الرحمان ن از کتاب تصّوف اور خواتین اولیاءدہلی) جہنوں نےخدا رسیدہ خواتین کےاحوال پر علاحدہ کتاب تصنیف کی تھی۔ بعد میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ کتاب کے آخر میں صالح عورتوں کا ذکر کیا جانے لگا۔ جس طرح جامی نے نفحات الانس میں کیا ہے۔

اس طرح سے اس سلسلہ کی کڑی کو آگے چلاتے ہوئے ڈاکٹر محمد حفظ الرحمان نے اپنی کتاب تصّوف اور خواتین اولیاء تصنیف (۲۰۱۱)ء میں ایسی ۱۲ خواتین کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر حفظ الرحمن کا تعلق بہار کے تاریخی ضلع بکسر سے ہے۔ آپ نے تدریس و تحقیق کو اپنی عملی زندگی کا بنیادی مشن بنایا۔ بطور پروفیسر خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ علمی و تحقیقی سرگرمیوں میں مسلسل مصروف ہیں۔ ڈاکٹر حفظ الرحمن کا شمار ان اہلِ قلم میں ہوتا ہے جنہوں نے تصوف، صوفیاء کی تاریخ، اسلامی تہذیب اور ہندوستان میں موجود خانقاہی روایت پر سنجیدہ اور مسلسل تحقیقی کام کیا ہے۔ ان کی علمی دلچسپیوں کا دائرہ خاص طور پر تصوف، اولیائے کرام کی سوانح، درگاہوں اور مزارات کی تاریخ اور اسلامی فنِ تعمیر کے مطالعے تک پھیلا ہوا ہے۔

اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوے بہار کے قصبہ محی الدین نگر میں پیدا ہونے والی افروزی رحمٰن جن کا تعلق درس و تدریس سے ہے انہوں نے اپنے کتاب ‘‘راہ تصوّف پر چلنے والی چند مثالی خواتین’’ میں دنیا بھر کی خواتین کے ساتھ چند ہندوستان خواتین کا تزکرہ بڑی عقیدت و محبت سے کیا ہے اس لیے کہ مسلمانون کی بچیاں یہ بھول گیٔں ہیں کہ مسلم خواتین کو کس طرح زندگی گزارنی چاہیے، تعلیم کے نام پر بے پردگی اختیار کرنا اور اپنے جسم کی نمائش کرنا اس طرح کا عمل زیب نہیں دیتا۔ اسلام شرم و حیا اور پردہ اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جس سے موجودہ نسل بے بہرہ ہو چکی ہے۔ ایسے میں انہیں اسلامی خواتین کی حالات زندگی کی تاریخ سے روشناس کرانا نہایت ضروری ہے **(افروزی رحمٰن**

ان مشایخ اور اولیاء کے پیچھے ضرور ان نیک ماؤں کا ہاتھ رہا ہے جہنوں نے اپنے اور اپنی اولاد کےحصّے کا کھانا غریبوں اور پڑوسیوں کو عطا کیا ، یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھا ، رات بھر اللہ تعالی کی عبادت کی اور اللہ سے اپنے اولادوں کو اعلی مقام دلوایا، ان میں کچھ اولادوں کو جنت میں پیغمبروں کے ساتھ رہنے کی بشارت ملی، کئی ایک برگزیدہ مقامات سے نوازے گئے ، کئی والدہ کی گود میں چودہ پارے کے حافظ بنے ایسی ہندوستانی خواتین کا تزکرہ کرنے کی سعی کر رہا ہوں ۔ ہر چند کہ اس راستے پر چلنے والی خواتین کے تزکرے بہت کم نقل کیے گئے ہیں۔ اس لیے کہ پہلے زمانے پیں اس طرح کے اسباب نہیں تھے ہزاروں خواتین نےاس راہ سلوک کے راستے پر زندگیاں گزاردی ۔ چند ہندوستانی خواتین کی زندگی کا مختصر تعارف اس نیّت کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے تا کہ ہمارے دورکی اولادیں بھی ان نیک راستوں پر چل کر اپنے پروردگار کو راضی کریں ۔

Copyright@ijaer.org

ذیل میں راہِ تصوّف پر چلنے والی پارسا ، عابدہ اور نیک خواتین کا تزکرہ مختصراً بیان کیا گیا ہے ۔

۱۔ بی بی سارہ رحمتہ اللہ علیہا

بی بی سارہ رحمتہ اللہ علیہا ایک بزرگ عالمہ ، فاضلہ خاتون تھی۔ ان کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ سے نہایت عقیدت تھی۔ آپ نے ان کومنہ بولی بہن کہا ہوا تھا ۔ بی بی سارہ تصوف کے میدان میں کافی گہرا ذوق رکھتی تھیں۔ اور علم فقہ میں بھی آپ کو دسترس حاصل تھیں۔ یہ آپ کا پسندیدہ علم تھا ۔ اس سے آپ کو خاص لگاو تھا ۔ آپ درس و تدریس بھی دیتی تھیں ۔ آپ کے حلقہ درس وتدریس میں ہر کوئی شامل ہونے کی کوشش کرتا تھا ۔ آپ کی شاگردی اختیار کرنے پر آپ کے طالب علم فخر کرتے تھے ۔

آپ رات کا اکثر حصّہ عبادت میں گزارتیں اور دن میں درس و تدریس اور نصیحت کرتی ۔ آپ کے درس میں بہت سی عورتوں کو دین سیکھنے میں مدد ملتی اور عمل کرنے میں آسانی ہوتی۔ آپ کی سخاوت بہت مشہور تھی ۔ اللہ نے آپ کو مستجاب الدعا بنایا ہوا تھا۔

بی بی سارہ ۶۳۸ھ بمقام دہلی وفات پا گئیں اور شیخ نظام الدین آن کے فرزند تھے وہ خود بھی اپنے والدہ کیطرح عالم، فاضل اور نیک بزرگ تھے۔

۲۔حضرت بی بی نصیرالانساء رحمتہ اللہ علیہا (متوفیہ ۱۳۶۰ ھ مطابق ۱۹۴۱ ء

بچپن سے تنگ دستی کے حالات سے دوچار اللہ کی یہ نیک خاتون دنیا سے بے رغبتی رکھتی تھی ۔ غربت سے گزارے ہوے وقت نے اتنا متاثر کیا کہ جب حالات اچھے ہوئے تو دنیا کی لالچ ان کے قریب تب بھی نہ آئی ۔ ان کے نزدیک دوسرے وقت کے لیے غزا بچا کہ رکھنا گناہ سمجھتی تھی۔ ان کے شوہر نامدار عالم دین تھے ۔ دارالعلوم فرنگی محل سے تعلیم حاصل کر کے ہلکی پھلکی نوکری کرتے تھے۔ پھر سرکاری مدرس ہوے ترقی کرتے کرتے ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائیز ہوئے، گھر میں معاشی حالات بہتر ہوئے تا فرق صرف اتنا پڑا کہ پہلے اپنا گزروبسرمشکل سے ہوتی تھی اب دوسروں کا خیال رکھا جانے لگا۔

یہ خاتون مولانا عبدالماجد دریا بادی کی والدہ تھی ۔ ان کی دعاوں میں اتنا اثر تھا کہ بیٹا الحاد سے واپس صراط مستقیم پر دوبارہ آیا ۔ مولانا عبدالماجد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہمارے گھر میں کئی مرتبہ مٹھائی اور موسمی پھل ہوتے جو ذرا سی دیر میں ادھر سے اُدھر ہو جاتے یعنی والدہ ماجدہ اپنے پڑوسیوں میں تقسیم کر ریتی۔

یہ خاتون اپنے زمانے کی ان خاتون میں شامل تھیں جن کے ہاں شرم و حیا ان کے دین آیین کا حصّہ تھا یہاں تک کہ پچاسی سال کی عمر تک آپ پر خصوصی پردے کا اہتمام کیا۔ آپ نے اصلاح نفس کے لیے راہ سلوک میں سلسلہ قادریہ ، رزاقیہ میں بیعت حاصل کی ہوئی تھی۔ جو مرتے دم تک قائم رہی۔ آپ کو بچپن ہی سےعبادت کا شوق تھا فرایض نمازوں کے ساتھ تہجد، اشراق اور چاشت کی نماز بھی پابندی سے ادا کرتی تھی۔ علامہ دریا بادی نے لکھا ہے کہ عزیزوں میں سے کوئی پردیس سے آئے یا بیماری سے شفا پانے پر فوراً شکرانے کی نماز کے لیے کھڑی ہوجاتی۔ کسی کے انتقال کی خبرسنتی توایصال ثواب کے لیے نماز پڑھنے کھڑی ہو جاتی۔ اس کے ساتھ نفلی روزے رکھنے کا معمول تھا۔

خواتین کی اصلاح کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی ۔ دوسری عورتیں جب ان سے ملنے آتی ان سب کو نماز روزے اور شکرانے کی ترغیب دیتی۔ ان کی دعاوں میں اللہ نے بڑا اثر رکھا ہوا تھا ان کی بیشمار دعاییں قبول ہوییٔ ۔ ان کی ایک خاص دعا تھی کہ میری قبر وہاں ہو جہاں آذان کی آواز آیے اور نمازی ان کے پاس سے گزر کر جاییں۔ پروردگار نے ان کی یہ دعا بھی سنی کہ ان کی وفات کے بعد مسجد کے متصل عین مسجد کے احاطے میں قبر کی جگہ ملی۔

بی بی نصیر الانساء اٹھاسی سال کی عمر میں اپریل ۱۹۴۱ ء اپنے بڑے بیٹے کےپاس فیض آباد میں تھیں بخار میں مبتلا ہویئں اور ۱۳ اپریل بروز یک شنبہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملی۔

۳. حضرت بی بی سیّدہ خیر الانساء بہتر صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا (لکھنؤ)

(مولانا علی میاں ندوی کی والدہ متوفیہ ۱۲۹۵ ھ مطابق ۱۹۶۸ء)

آپ مولانا علی میاں ندوی کی والدہ محترمہ تھیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام سیّد شاہ ضیا النبی تھا ۔ آپ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں قطب الاقطاب شاہدان حضرت شاہ علیم اللہ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت شاہ ضیاء النبی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا اللہ تعالی کی طرف اس قدر قرب تھا کہ دنیاوی کاموں سے کویی دلچسپی نہ رہی ۔ عبادت میں نہایت خلوص اور ، نماز میں خشوع و خضوع اور رمضان یا غیر رمضان میں غیبت اورغلط بیانی سے پرہیز کرنا ان کو حاصل تھا۔ ایسی شخصیت کے یہاں سن ۱۲۹۵ ھ مطابق ۱۸۷۸ ء میں خیر النساء بہتر صاحبہ کی ولادت با سعادت ہوئی۔

سیّدہ کو بچپن ہی سےاپنے مذہب سے لگاؤ تھا ۔ اپنے بڑے بھائی سیّد عبید اللہ سے قران عظیم حفظ کر لیا تھا۔ اور اسے رمضان شریف میں سنایا کرتی تھی۔ سیّدہ نے فارسی اور اردو لکھنا پڑھنا سیکھی اور بچپن ہی میں راہِ نجات از شاہ رفیع الدین اور ان کا ترجمہ قران پڑھ لیا تھا ۔ سیّدہ کی تربیت انتہائی مزہبی اور صوفی ماحول میں ہوئی تھی۔

سیّدہ کی شادی مولانا عبد الحئی (ناظم دارالعلوم ندواۃالعلماء) سے طے ہونے کا بڑا دلچسپ واقع ہے ۔ سیّدہ کی شادی اپنے خاندان میں ہونی تھی لیکن مشیت الہی تھی کہ مولانا عبد الحئی کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور ان کے والد کی اورسیّدہ کے والد کی آپس میں بہت دوستی اور محبت تھی۔ اس کے ساتھ اس دورانیہ میں کئی ایسے غیبی اشارات ملے اور ایک رات خواب میں سورة سجدہ کی آیت ۱۷ جس کا مفہوم یہ تھا کہ ‘‘ پس کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ ’’ اس بنیاد پر دونوں کا رشتہ طے ہو گیا ۔ حالانکہ سیّدہ کے خاندان میں جہاں ان کی شادی متوقع تھی وہ خود اپنی کتاب میں لکھتی ہیں کہ‘‘ وہ میرے چچا کا گھر تھا میری دو بہنیں اس گھر میں بیاہی جا چکی تھی ۔یہ گھر دنیاوی اعتبار سے خوب مالا مال تھا۔ ، مال دولت ، عزت ، شرم و حیا ،سیرت صورت غرض اس سے کوئی بہتر گھر نہ تھا ۔ والدہ مرحومہ کی دلی خواہش یہ تھی کہ لڑکا چاہے مفلس ہو مگر دیندار ، متقی و پرہیز گار ہو ۔’’ (بحوالہ راہ تصوف پر چلنے والی چند مثالی خواتین ص ۱۲۶)

سیّدہ ایک صاحب فراست خاتون تھی۔ شادی کے بعد ابتدائی ایام میں حالات تھوڑے تنگ تھے ان کے شوہر ایک حکیم بھی تھے تا ان کے مشورے پرحکیم صاحب نے ایک طب کھول دیاجس سے حالات خوشحالی میں بدل گئے ۔

سیّدہ اورطریقت میں بیعت کا سلسلہ : سیدّہ کی زندگی میں صبر و قناعت ، تقوی، عبادت ،شکر گزاری کا سلسلہ تو پہلے سے ہی چل رہا تھا لیکن ۱۳۶۲ ھ میں بانی جماعت دعوت و تبلیغ مولانا الیاس صاحب اپنے کچھ رفقاء کے ہمرہ لکھنو تشریف لائے تا ایک ہفتہ ندواہ العلماء میں قیام پزیر ہوئے ۔ اس کے بعد رائے بریلی میں تکیہ کلاں دائرہ شاہ علم اللہ تشریف لائے ۲۵ جولائی ۱۹۴۳ ء کو بروز اتوار خیر النساء بہتر صاحبہ اپنی چند رفیقات کے ساتھ بیعت ہوگئیں ۔ مولانا الیاس صاحب سے بیعت کا سلسلہ ان کی وفات تک قائم رہا ان کی وفات کے بعد مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ سے بیعت ہوئیں۔ ان کی زند گی کےخاص پہلو اس طرح ہیں۔

۱۔ عبادت گزار فرائض نمازوں کے علاوہ نوافل نمازوں کی بھی پابندی ان کا شیوہ تھا۔

۲۔ جمعہ کے روز سورة کہف پڑھنے کا معمول تھا ۔

۳۔ عام دنوں میں تہجد کے لیے رات کے تیسرے پہر جاگتی تھی۔

۴ رمضان کے دنوں میں آدھی رات اٹھ کر اللہ کی عبادت کرنے کا معمول تھا۔

۵۔ اخلاقی اقدار میں کسی طرح کسی سے کم نہ تھی ۔

(سیّدہ کے تفصیلی حالات کے لیے کتاب ‘‘راہ تصوف پر چلنے والی چند مثالی خواتین’’ ص ۱۲ تا ۱۳۸)

۴. رابعہ عصربی بی فاطمہ سام رحمتہ اللہ علیہ

(۱۲۴۵ء نزد ایم ڈی سی پرائمری اسکول کاکا نگر ، نزد پرانا قلعہ ، دہلی)

ہندوستان میں جن پارسا خواتین کی روحانی عظمت اور بزرگی کی داستانیں صوفی حلقوں میں گردش کرتی نظر آتی ہیں ان میں حضرت بی بی فاطمہ سام (رحمۃ اللہ علیہ)کا نام خاص طور پر ہے ۔ آپ تیرہویں صدی کی ایک عظیم صوفیہ اور عابدہ تھیں۔ انہیں "دلی کی رابعہ" بھی کہا جاتا ہے۔ وہ بابا فرید گنج شکر (رحمۃ اللہ علیہ) کی منہ بولی بہن تھیں اور حضرت نظام الدین اولیاء (رحمۃ اللہ علیہ) اکثر آپ کے مزار پر عبادت و مراقبہ کیا کرتے تھے۔

آپ کی حیات و خدمات کے چند اہم پہلوو کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اپنے وقت کے بڑے بڑے اولیاء ان کی تعریف میں مدح کرتے ہو ے نظر آتے ہیں چنانچہ بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ‘‘ اس عورت کی عبادت و ریاضت کامل مرد کے برابر ہے ۔’’ حضرت محبوب الٰہی نے اس جملے کے متعلق فرمایا ہے‘‘ کہ جب شیرجنگل سے نکلتا ہے کوہی نہیں پوچھتا کہ نر ہے یا مادہ ’’ تزکرہ شیخ نظام الدین اولیاء میں وہ خود فرماتے ہیں ‘‘ اندر پرست میں ایک خاتون ہے جن کو فاطمہ سام کہتے ہیں ان میں انتہاہی عفت اور صلاحیت تھی ’’ اور فرمایا کہ نیک مرد اور نیک عورتوں کی حرمت سے دعا کی جاتی ہے جس سے پہلے نیک عورتوں کا نام لیا جاتا ہے۔ محبوب الٰہی نے ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ ‘‘ اس سے پہلے فلاں گاوں میں ایک عورت رہتی تھی ان کو بی بی فاطمہ سام کہتے تھے نہایت صالح تھیں ان کی بڑی عمر ہویی تھی، میں نے انہیں دیکھا تھا وہ موقع کی مناسبت سے شعر بھی کہتی تھی۔ ؎

ہم عشق طلب کنی و ہم جان خواہی

ہر دو طلبی ولے میسّر نشود

شیخ نجیب الدین متوکل چشتی بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے بھایی ان کی خدمت میں اکتساب فیض کے لیے حاضر ہوتے تھے ۔ شیخ کی زندگی میں تنگی تھی چنانچہ رات میں کئی بار ان کو بھوکھا سونا پرتا جب فاقہ میں رات گزر جاتی تو دوسرے دن بی بی صاحبہ کچھ روٹیاں بھیج دیتی اور کہلا بھیجتی کہ یہ حلال کی کمایی سے ہیں۔ ایک با ر بی بی صاحبہ نے روٹیاں بھیجی تو متوکل چشتی کہنے لگے ‘‘ اے پروردگار جس طرح تو نے اس عورت کو ہمارے حال سے واقف کیا ہے اس طرح اگر بادشاہ کو بھی خبر کرتا تاکہ کویی با برکت چیز بھیجتا ’’ اور پھر تبسم فرمایا اور کہا ‘‘ بادشاہوں کو وہ باطن کی صفایی کہاں نصیب ہے کہ وہ واقف ہوسکیں ’’

بی بی صاحبہ کوحضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی انہوں نے اپنے ہاتھ سے سوت کات کر ایک غلاف تیار کر کے حضرت کے روضے پر ڈالا ہوا تھا سات سو برس گزر جانے پر آج بھی وہ غلاف موجود ہے۔ (راہ تصوف پر چلنے والی چند مثالی خواتین’’ ص ۱۵۱)

اور حضرت سیّد محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں آپ کا ذکر رہتا تھا ۔ ایک بار انہوں نے ایک شخص کا خواب بیان کیا کہ بی بی صاحبہ کو بارگاہ رب العزت میں براے راست رسایی ہوئی ہے۔ اس واقعہ کا بیان اپنی ملفوظات میں لکھا ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی مجلس میں ایک دفعہ بی بی فاطمہ سام کی تعریف پر پر بات چل پڑی ۔ جس پر شیخ نے بی بی سام کے حوالہ سے فرمایا کہ ان کی وفات کے بعد ایک شخص کے خواب میں آییں اور کہا کہ ایک دن دربار خدا وندی میں تیزی سے جارہی تھی کہ مجھ سے فرشتے نے آواز دے کر کہا کون ہو تم ؟ ٹھر جاؤ

کتنی بے باکی سے جارہی ہو اور میں نے قسم کھالی کہ جب تک اللہ تعالی خود نہ بلائے گا میں یہی بیٹھی رہو گی ۔ کچھ دیر بعد ام المومنین بی بی خدیجہ اور اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہما دونوں تشریف لاییں میں ان کے قدموں میں گر پڑی ۔ ان دونوں نے فرمایا کہ اے فاطمہ سام آج کیا بات ہے کہ اللہ تعالی نے ہم دونوں کو آپ کو بلانے کے لیے بھیجا ہے ۔ میں نے عرض کیا آپ کی نوکرانی ہوں اس سے زیادہ میری عذت کیا ہو گی کہ آپ مجھے بلانے تشریف لائی ہیں بات صرف اتنی ہے کہ میں نے قسم کھایی تھی اس کے بعد فرمان الٰہی ہوا فاطمہ سام سچ کہتی ہے میں خود آیا ہوں ۔ اس پر فاطمہ سام نے عرض کیا یا اللہ تیرے دربار میں ایسے پہرے دار بھی ہیں جو تیرے پاس آنے والے بندوں کو پہنچانتے نہیں۔

بی بی فاطمہ سام کی وفات : شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے اپنی مجلس میں فرمایا۔

'' کہ ایک رات بی بی نماز مغرب پڑھ کر روٹی اور پانی (جو کنیز رکھ کر گئی تھی) کھانا چاہی خیال آیا کہ'' اے فاطمہ سام اگر تواس دنیا سے آج مر جایے تو پیٹ بھری دنیا سے جایے گی اس خیال میں روٹی فقیر کو دے دی اور عبادت میں مشغل ہو گییں غرض اسی طرح چالیس دن کچھ نہ کھایا اور اکتالیسویں دن ایک شخص با ہیبت گھر کے صحن میں کھڑا دیکھا پوچھا تم کون ہو اس نے بتایا کہ ملک الموت تمہاری روح قبض کرنے آیا ہوں ۔ بولیں اتنی مہلت دے دو کہ تازہ وضو کر کے دو رکعت تحیتہ الوضواور دو رکعتیں پڑھ سکوں ۔ چنانچہ بی بی نے نماز گزار کر اپنا سر سجدے میں رکھا کہ ان کی روح قفص عنصری سے آزاد ہو گیں ۔

بی بی کا مزار کھبی عقیدت مندوں سے خالی نہیں رہتا ۔ایک اور شہرت جو دہلی سے گلبرگہ تک پھیلی ہوی تھی کہ قطب الدین بختیار کاکی کا مزار اور بی بی فاطمہ سام کا مزار جو بغیر ابدال کے خالی نہیں رہتے ۔ بی بی کی درگاہ کی تعمیر از سر نو ۲۰۰۲ میں ہوئی اور ان کی قبر پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے '' **حضرت بی بی فاطمہ سام قدس اللہ سر ہ از صالحات و قانتات و عابدات زمانہ بود. سلطان المشائخ در روضہ او بیاد اومشغول بودے و در مناقب او غلو فرمودے در زمانے حیات او دریافت بود در ۶۴۳ ھ جان بجان آفریں سپرد** ''

۵. حضرت ذاکرہ بی بی رحمتہ اللہ علیہا

(متوفیہ ۱۴۰۸ ھ مطابق ۱۹۸۷ء دہلی)

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی صاحب زادی تھیں ۔ ستمبر ۱۹۲۰ ء میں ان کی ولادت ہوئی ۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی ۔ ان کی والدہ بھی اعلی ترین علمی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں ۔ لہزا دونوں کے علم و زہد اور آداب کی تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک عظیم خاتون بنیں۔

آپ کا نکاح مولانا انعام الحسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو '' حضرت جی دوئم '' کے لقب سے مشہور ہوئے ، سے بڑی سادگی کے ساتھ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھایا ۔ ماہ بارہ ربیع الاول ۱۳۵۵ ھ کو رخصتی کی تقریب سر انجام پائی۔

شیخ الحدیث مولانا زکریہ رحمتہ اللہ علیہ اپنی صاحب زادی کے معملات سے شادی کے بعد بھی غافل نہ رہے

بلکہ خط لکھ کر کچھ نصیحتیں اس طرح فرمائی۔

۱۔ زکوۃ کا پورا حساب رکھنا اور اگر خاوند کی تیمار داری کی وجہ سے وضایف پورے نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں البتہ ارادہ کوشش لاذمی ہے۔

۲۔ شوہر کی خدمت خود دین ہے۔ اس کے بدلے کی دنیا میں امید نہ رکھو بلکہ آخرت میں اس کا بدلہ اتنا ہے کہ اسے دیکھ کر حسرت میں رہ جاو گی۔

۳۔ تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ ہر خیر کا علاج صرف اللہ سے مانگو ، سجدہ میں پڑھکر مانگو ، دین و دنیا کی کمائی اور راحت اسی میں ہے۔

۴۔ چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ دنیا کا رنج چاہے جتنا بھی ہو ختم ہونے والا ہوتا ہے۔ اللہ کےہاں ہر چیز کا اجر ہے اس کو دیکھ کر لوگ تمنا کرنے لگیں گئے کہ کاش ہماری کھالیں بھی کینچیوں سے کتری جاتی۔

۵۔ پانچویں نصیحت یہ فرمائی کہ صبر شکر کے ساتھ اللہ سے دعا کرتی رہا کرو ۔ اس لیے کہ دعا کے کئی اثرات ہوتے ہیں ۔

۶۔ چھٹی نصیحت یہ فرمائی کہ خاوند کی خدمت نوافل نماز سے افضل ہے ۔

۷۔ ساتویں نصیحت یہ فرمائی کہ یہاں کی زندگی تھوڑی سی ہے وقت کا ضیا نہیں کرنا ہے جہاں تک ہو سکے اللہ کی یاد اور اپنے فرایض پورے کرتی رہو۔

آپ عبادت میں مشغول ریتیں دوسری خواتین کی اصلاح کے لیے بھی کوشاں رہتی اپنی زندگی میں صبرو شکر کے ساتھ اللہ کی یاد میں مشغول رہی اور آخری عمر میں کئی بیماریوں میں مبتلا ہویں اور صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا ۔ آپ کی وفات ۲۳ مارچ ۱۹۸۸ ء کو ہوہی نظام الدین کے قریب مرکز کے پیچھے دفن ہویی۔

(اس مقالہ کا بقیہ حصّہ اگلے شمارہ میں پیش کیا جایے گا)